از حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین *

(پہلی قسط)

۲۷، ۲۸ کی رویت ہلال

فرمانِ امام احمد رضا اور زیجات کی روشنی میں

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

کچھ اہل قلم اپنے مضامین میں لکھتے اور اہل خطابت اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں کہ جنرل ایوب خاں کے دور حکومت میں پاکستان میں تشکیل دی ہوئی ہلال کمیٹی بذریعۂ ہوائی جہاز ہلال کا مشاہدہ کرکے شہادت پیش کرتی تھی اور پاکستان میں اسلامی عبادات و تقریبات اسی شہادت کی بنیاد پر منائی جاتی تھیں، مگر جب غوث العالم سیدنا سرکار حضور مفتیٔ اعظم ہند کا یہ فتویٰ وہاں پہونچا تو ہلال کمیٹی تحلیل کردی گئی، اس فتویٰ کی عبارت بحوالہ مقالات نعیمی حصہ اول ص۱۷ درج ذیل ہے،

"چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر آئے وہاں شہادت شرعی پر قاضی حکم شرع دے گا، چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں سے دیکھنا چاہیئے، رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے، کیوں کہ چاند غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا، اس لئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز اگر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷، ۲۸، کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا، ایسی حالت میں جہاز سے ۲۹ کا چاند دیکھنا کب معتبر ہوگا:"

اور تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ ص۵۱۴ پر ہے کہ "جب یہ فتویٰ پاکستان گیا تو پورے ملک میں ہلچل مچ گئی اور تمام اخباروں میں اس کو جلی خط میں شائع کیا گیا، اگلے مہینہ میں حکومت کی طرف سے ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کر لی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آیا، تب حکومت نے حضرت کے فتویٰ کو تسلیم کرکے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی:"

مندرجہ بالا فتویٰ اور پاکستان میں بذریعۂ ہوائی جہاز ایک ہی مہینہ کی ۲۷، ۲۸ تاریخ کو ہلال کا مشاہدہ کرنا دونوں ہی باتیں لفظ و معنیٰ کے اعتبار سے میرے نزدیک محل نظر ہیں نہ فتویٰ کی زبان و بیان غوث العالم سیدنا سرکار حضور مفتیٔ اعظم ہند کی ذات سے میل کھاتی ہے اور نہ ہی ۲۷، ۲۸ تاریخ کو ہلال کا مشاہدہ علم وفن کے معیار پر صحیح اترتا ہے۔ علم وفن کا معیار آگے پیش کروں گا، فی الحال قارئین کرام غور فرمائیں کہ

(۱) فتویٰ میں لکھا گیا ہے کہ "رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے" فتویٰ میں چوں کہ احکام شرع بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً فرض، واجب، سنت، مستحب، جائز، ناجائز، حلال، حرام، مکروہ اور ممنوع وغیرہ۔ صحیح، معتبر، غیر معتبر وغیرہ وغیرہ اس لئے فتویٰ کی زبان و بیان کے اعتبار سے یہاں لفظ "غلط" کے بجائے یوں کہنا چاہیئے کہ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ صحیح نہیں یا اس جیسا دوسرا لفظ ہونا چاہیئے، اس لئے کہ غلط کا معنیٰ عام طور پر یہ آتا ہے کہ خلاف واقعہ ہے اور خلاف واقعہ کا معنیٰ یہاں قطعاً درست نہیں کیوں کہ جہاز پر لوگ آئے دن چاند دیکھتے رہتے ہیں، ہاں یہ الگ

* شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آبادی

بات ہے کہ معتبر ہے، یا نہیں۔

(۲) فتویٰ میں ہے "اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو" (الخ) بھلا غور کیجئے جہاز اڑا کر چاند دیکھنے کی شرط کس نے ٹھہرائی ہے، عہد رسالت سے آج تک لوگ جہاز اڑائے بغیر چاند دیکھتے رہے کسی نے جہاز اڑانے کی شرط نہیں ٹھہرائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار کے ذہن میں بات کچھ تھی اور تعبیر کچھ کر گئے۔ تشریح یہ ہے کہ بلندی پر جانے کی کئی صورتیں ہیں: زینہ بہ زینہ جیسے قطب مینار کی آخری منزل تک یا پھر بذریعہ لفٹ، جیسے امریکہ وغیرہ میں سو ڈیڑھ سو منزلہ بلڈنگ تک پہونچنا، یا پہاڑی راستوں کو طے کر کے جیسے کوہ ہمالہ کی چوٹی تک پہنچنا، یا پھر ہوائی جہاز سے فضائی مقامات تک پہونچنا وغیرہ وغیرہ، فتویٰ نگار کو ان تمام بلندیوں سے فضائی بلندی کو رویت ہلال کے باب میں غیر معتبر بنانا ہے، اس لیے وہ کہنا چاہتے تھے کہ اگر ہوائی جہاز سے بلندی پر جا کر چاند دیکھنا درست ہو تو، مگر وہ اس مفہوم کو اس طرح تعبیر نہ کر سکے، جس سے ان کی مراد ادا ہوتی، بلکہ وہ یہ کہہ گئے کہ "جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو الخ" یعنی یہ شرط بلندی پر پہونچنے کی تھی، لیکن یہ شرط فتویٰ نگار نے رویت ہلال کے لیے کر دی۔ ہاں اگر وہ یوں کہتا تو اس کی مراد ادا ہو جاتی "بشرط پرواز چاند دیکھنا درست ہو تو"۔

(۳) فتویٰ نگار نے لکھا ہے کہ "تو کیا ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا، اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا" مذکورہ بالا جملہ میں "نہ ہی" کا لفظ واضح طور پر دال ہے کہ یہ جملہ مستانفہ نہیں ہے، بلکہ ماسبق میں مذکور ایسے جملہ پر عطف ہے، جس میں حکم سلبی لفظاً مذکور ہے، اور یہاں کوئی ایسا جملہ نہیں، بلکہ ماسبق میں جملہ انشائیہ بطور استفہام انکاری ہے، جملہ خبریہ کا عطف جملہ انشائیہ پر بے تاویل صحیح نہیں، اس لیے یہاں اس قسم کی عبارت ہونی چاہئے تھی "تو کیا ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا"۔

بہر حال اس قسم کی جھول جھال عبارت کی نسبت کبھی بھی سرکار حضور مفتی اعظم کی طرف وہ لوگ نہیں کر سکتے جنھوں نے حضرت کی نظم و نثر کو دیکھا ہے الموت الاحمر، سامان بخشش کی زبان اور اس فتویٰ کی زبان میں ایسا فرق معلوم ہوتا ہے جیسے لکھنؤ اور بلوچستان کے دو آدمیوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہو۔

یہ واقعہ جنرل ایوب خاں کے دور کا بتایا جاتا ہے، جب اس دور میں بندۂ ناچیز خود بھی مفتی اعظم ہند کی کفش برداری میں بریلی شریف میں قیام پذیر تھا، نہ ہم نے کسی سے سنا اور نہ کوئی بھنک معلوم ہوئی، نہ کوئی ایسا اخبار دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسی خبر پھیلی ہوئی معلوم ہوئی حضرت کے پردہ فرمانے کے بعد یہ باتیں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی گئیں، کچھ علماء کو کھٹکا ضرور ہوا، لیکن اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس کی طرف خاص توجہ نہیں فرما سکے۔

میری نگاہ میں چونکہ یہ باتیں نہ صرف بے بنیاد تھیں بلکہ فن کے خلاف بھی تھیں، اس لیے شمالی ہند کی مشہور درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے نکلنے والے رسالہ "ماہنامہ اشرفیہ" ماہ ستمبر ۱۹۹۸ء میں میرا ایک مضمون بعنوان "۲۷، ۲۸ تاریخوں میں چاند کی رویت کا مسئلہ" شائع ہوا، ہم نے اپنے مضمون میں یہ کہا تھا کہ اس قسم کے مضمون کو فتویٰ کا نام دے کر سیدی مرشدی غوث العالم سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی طرف نسبت کرنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور ساتھ ہی اس کے وجوہ پر قدرے روشنی بھی ڈالی تھی، جو ماہنامہ اشرفیہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگر قارئین کو ماہ ستمبر کا شمارہ دستیاب ہو جائے تو اس کو پہلے پڑھ لینا اچھا ہے۔

ہمارے اس مضمون سے جہاں کہیں لوگوں کو ذہنی سکون ہوا وہیں ہمارے بعض احباب کے حلقوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، موقع کے لحاظ سے ایسی لہر کا پیدا ہونا فطری بات بھی تھی کیوں کہ یہ مسئلہ اس قدر مشہور اور لوگوں کے دل میں راسخ ہو چکا تھا کہ لوگ اس کے خلاف کچھ سننے کے لیے قطعاً تیار نہ تھے

لیکن بندۂ ناچیز یہ خیال کرتے ہوئے کہ خدا نخواستہ اگر کبھی بھی یہ بات اُٹھ کھڑی ہوئی تو حق بات سے آگاہ ہونے کے باوجود ہم بے زبان ہو کر رہ جائیں گے، اس لئے ایسا وقت آنے سے پہلے ہی یہ واضح کر دیا جائے کہ میرے سرکار کی طرف اس فتوے کا انتساب قطعاً صحیح نہیں ہے، سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند جہاں غوثیت مآبی نگاہ رکھتے تھے وہیں ان کی نگاہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات پر بھی تھی۔ اس لئے آپ سے کبھی بھی ایسی بات نہ سنی گئی، جو امام احمد رضا کی نگارشات سے متصادم ہو، ادھر ہم نے اپنے ان احباب سے یہ عرض کر دیا کہ آپ حضرات پاکستان سے رابطہ قائم کریں، وہاں کی حکومت کی تحویل میں اس کا ریکارڈ ضرور محفوظ ہوگا، اخبارات کے تراشے منگائیں اور اصل فتوی کا فوٹو اسٹیٹ طلب کریں، اگر یہ ساری باتیں فراہم ہو جائیں تو ہم کو اپنے مضمون کے مسترد کرنے میں کوئی تردد نہ ہوگا، ورنہ بصورت دیگر ہم کچھ اور معروضات پیش کریں گے، جن سے میرے موقف کی مزید وضاحت ہو جائے گی، مگر اب تک کوئی ایسی بات نہیں پیش کی گئی، جس کی وجہ سے مجھے اپنے مضمون کو مسترد کرنا ضروری ہوتا ہاں ہمارے بعض احباب نے میرے مضمون کو سرسری طور پر ملاحظہ کرنے کے بعد نہایت ہی جھلسانے والا انداز اختیار کر کے ہماری ہوا خیزی کرنا چاہی اس لئے مجبور ہو کر ہم ان احباب کی خدمت میں یہ دوسرا مضمون اس لئے پیش کر رہے ہیں تاکہ میرے موقف کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

یہاں یہ بات بھی میرے ان احباب کو ملحوظ رکھنا چاہئے تھا کہ اس پاکستانی مسئلہ میں جو لوگ اس کی حقانیت پر اصرار کرتے اور انتساب کو صحیح بتاتے ہیں وہ لوگ اصولاً مدعی کی حیثیت رکھتے ہیں اور میں چونکہ انتساب کا انکار کرتا اور واقعہ کی صحت پر اعتماد نہیں رکھتا، اس لئے میرا موقف سائل کا موقف ہے، اصرار کرنے والے حضرات کے لئے موجب طعن و تشنیع کرنے کے بجائے یہ ضروری تھا کہ وہ لوگ دلائل و براہین سے اپنا مدعا ثابت کرتے اور ہمارے شبہات کے پرخچے اڑا دیتے، لیکن افسوس کہ اصول سے ہٹ کر محض افتاد طبع کی بنیاد پر طعن و تشنیع کو اپنا وظیفہ بنائے ہوئے ہیں ان حضرات کو سوچنا چاہئے کہ ان کا یہ طریقہ اور انداز داد و تحسین کے پھول کے بجائے دامن میں خس و خاشاک بھر دینے والا ہے۔ کاش جتنا وقت انھوں نے مجھے برا بھلا کہنے اور کوسنے میں لگایا وہ اعلیٰ حضرت کی کتابوں ہی کے مطالعہ میں لگاتے تو تلخ نوائی کے بجائے ہم نوائی کا دم بھرتے۔

ہم نے اپنے مضمون سابق میں لکھا تھا کہ مسئلہ کے پیش نظر تدقیقات ریاضیہ سے صرف نظر کیا گیا ہے لیکن اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ بعض ضروری باتوں کو درج کرنا ناگزیر ہو گیا ہے اس لئے بطور تمہید چند باتوں کو پیش کرنا میرے لئے ضروری ہے۔

فلک کے اوپر دو فرضی دائرے پورب پچھم ایسے مانے گئے ہیں کہ دونوں باہم ۵ درجہ ۲۲ دقیقہ پر تقاطع کریں، ان میں سے ایک منطقۃ البروج اور دوسرا منطقۃ المائل کہلاتا ہے منطقۃ البروج آفتاب کی ذاتی چال کا راستہ ہے اور منطقۃ المائل ماہتاب کی ذاتی چال کا راستہ ہے، دونوں کے نقطہ تقاطع میں سے ایک راس اور دوسرا ذنب کہلاتا ہے، آفتاب ماہتاب کی ذاتی چال سے جب دونوں کے مابین محاذات راس، یا ذنب، یا اس کے آس پاس ہو تو اس وقت کسوف یعنی سورج گہن ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کسی مقام پر ہو تو یہ محاق اور اجتماع نیرین کہلاتا ہے اور جب اجتماع سے قمر آگے بڑھتا اور چاند سورج کے مابین مخصوص دوری ہوتی ہے تو رویت ہلال ممکن ہو جاتی ہے۔

آفتاب اپنے فلک یعنی خارج المرکز پر روزانہ یکساں ۵۹-۸-۲۰ دقیقہ کی رفتار سے پورب کی طرف رواں دواں رہتا ہے، لیکن جب منطقۃ البروج کی طرف نسبت کرتے ہوئے آفتاب کی رفتار دیکھی جاتی ہے تو وہ روزانہ یکساں نہیں ہوتی، بلکہ کبھی کم اور کبھی زیادہ اور کبھی برابر ہوتی ہے، شرح چغمینی میں ہے

انها لما كانت تدور على محيط دائرة مركزها خارج عن مركز العالم كانت في احد نصفي فلك البروج اكثر من نصفها وهو النصف الذي فيه اوجها و ف

النصف الآخر من فلك البروج أقل من نصفها وهو النصف الذی فیہ الحضیض " (ص ۷۷) نیز اسی شرح چغمینی میں ہے " ولما کانت الشمس تقطع من فلك البروج فی کل یوم قسیا مختلفۃ " (ص ۱۲۳)

اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حساب دانوں نے منطقۃ البروج پر ایک ایسا فرضی آفتاب مان لیا، جس کی چال اصلی آفتاب کے برابر ہو، اصلی آفتاب جتنی مدت خارج المرکز کے مرکز پر زاویہ بناتا ہو اتنی ہی مدت میں فرضی آفتاب مرکز عالم پر زاویہ بنائے۔ اگر اصلی آفتاب خارج المرکز پر دس درجہ چلے تو یہ فرضی آفتاب بھی منطقۃ البروج پر دس درجہ چلے، اگر اصلی آفتاب سو درجہ چلے تو فرضی آفتاب بھی منطقۃ البروج پر سو درجہ چلے اور جب اصلی آفتاب کا دورہ کامل ہو تو فرضی آفتاب کا بھی دورہ کامل ہو جائے اور پھر اس فرضی آفتاب کی رفتار کو اصلی آفتاب کی طرف منسوب کر کے حساب لگاتے رہتے ہیں، تو گویا اب اصلی آفتاب کی بہ نسبت منطقۃ البروج دو رفتار ہو گئی ایک تو وہ جو روزانہ کم و بیش ہوتی رہتی ہے اور ایک یہ جو روزانہ یکساں رہتی ہے، پہلی رفتار کو تقویمی حرکت اور دوسری رفتار کو وسطی حرکت کہتے ہیں، اسی طرح کا کچھ حال قمر کے ساتھ بھی ہے، اس لیے اس کی بھی دو حرکت ایک تقویمی اور ایک وسطی ہوتی ہے آفتاب کی وسطی حرکت یومیہ ۲۰-۸-۵۹ دقیقہ اور قمر کی وسطی حرکت یومیہ ۲-۳۵-۱۰-۱۳ درجہ ہے دونوں کے مابین تفاضل ۴۲-۲۶-۱۱-۱۲ درجہ قمر کے سبق کی رفتار ہے، آفتاب سے ماہتاب روزانہ اسی رفتار سے پورب کی طرف آگے بڑھتا رہتا ہے، اسی مفہوم کو حضرت علامہ عبد العلی برجندی نے شرح زیج سلطانی میں دوسری طرح تعبیر فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ " چوں خطے از مرکز عالم خارج شود موازی خطے کہ از مرکز خارج مرکز آفتاب رفتہ قوسی از منطقۃ البروج ابتدا از اول حمل بر توالی تا طرف خط اول آنرا وسط آفتاب گویند و قوسی ہم از منطقۃ البروج را ابتدا از اول حمل بر توالی تا طرف خطے کہ از مرکز عالم بمرکز آفتاب گزرد آنرا تقویم آفتاب گویند و چوں خطے از مرکز عالم خارج شود و بمرکز تدویر قمر گزرد و بمنطقہ مائل رسد قوسی از منطقہ مائل را ابتدا از اول حمل تا طرف خط بر توالی وسط قمر گویند و خطے از مرکز عالم خارج شود و بمرکز قمر گزرد و دوائر عظیمہ فرض کنند بطرف ایں خط و بر دو قطب بروج گزرد و منطقۃ البروج را بر نقطہ تقاطع کند قوسی را از منطقۃ البروج ابتدا از اول حمل تا آں تقاطع مذکور کہ بقمر اقرب بود تقویم قمر گویند و اجتماع وسطی آنست کہ وسط آفتاب و وسط قمر بحسب برج و اجزا یکے شوند و اجتماع حقیقی آں کہ تقویم ایشاں بحسب برج و اجزا یکے شوند " ...

اور اگر باعتبار رویت اجتماع ہو تو اجتماع مرئی کہلاتا ہے ... سورج گہن ہو جاتا ہے۔

حرکت تقویمی کے اعتبار سے جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہ حقیقی کہلاتے اور حرکت وسطی کے لحاظ سے جو احوال ہوتے ہیں وہ وسطی کہلاتے ہیں، لہٰذا یوم حقیقی، یوم وسطی، اجتماع حقیقی، اجتماع وسطی، ماہ قمری حقیقی، ماہ قمری وسطی، ماہ حقیقی شمسی، ماہ شمسی وسطی یہ سارے حالات مندرجہ بالا ضابطہ کے تحت درج ہیں اور جب حقیقی اور وسطی میں سے کسی کو دوسرے میں تحویل کرنا مقصود ہو تو تعدیلات سے کام لیا جاتا ہے ــــــ اجتماع حقیقی سے دوسرے اجتماع حقیقی کی مدت کو ماہ قمری کہتے اور اجتماع وسطی سے دوسرے اجتماع وسطی کی مدت کو وسطی کہتے بارہ ماہ حقیقی کے مجموعہ کو سال قمری حقیقی اور بارہ ماہ وسطی کے مجموعہ کو سال قمری وسطی کہتے ہیں، ایک برج کو آفتاب جتنی مدت میں بحرکت وسطی طے کرتا ہے اسے ماہ وسطی شمسی کہتے اور ایک برج کو آفتاب جتنی مدت میں بحرکت تقویمی طے کرتا اس کو ماہ حقیقی شمسی کہتے ہیں اور چوں کہ آفتاب کی حرکت تقویمی اور وسطی کا دورۂ کامل برابر ہوتا ہے اس لیے شمسی سال وسطی اور حقیقی برابر ہوتے ہیں۔ جس کی مدت میں اختلاف ہے جیسے کہ حاشیہ شرح چغمینی میں مذکور ہے، لیکن عام طور پر ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ مانا جاتا ہے۔

ماہ قمری وسطی کی مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ ہوتی ہے۔ شرح زیج سلطانی میں ہے "اگرآں وضع اجتماع وسطی بود بست و نہ روز و دوازدہ ساعت وچہل وچہار دقیقہ است و اگر اجتماع حقیقی بود گاہے باندک ازیں مدت زیادت باشد و گاہے کمتر و نادر بود کہ موافق باشد" ص۔ ماہ شمسی وسطی کی مدت ۳۰ دن ۱۰ گھنٹہ ۲۹ منٹ ½ سکنڈ ہوتی ہے، حاشیہ شرح چیغمنی میں ہے "فالشھر الشمسی الوسطی أبدا یکون ثلثین یوما وعشر ساعات و تسعا وعشرین دقیقة ونصف سدس دقیقة والشھر الشمسی الحقیقی قد یزید علیه وقد یساویه ، وقد ینقص ص۱۲۸

اور شرح زیج سلطانی میں ماہ شمسی کے متعلق درج ہے کہ "مقدار سی درجہ از منطقۃ البروج کہ حضیض آفتاب بر منتصف آں باشد آفتاب آں را در مدت بست و نہ روز و نہ ساعت حقیقی تقریباً قطع کند و ایں اقصر زمان مدت سیر آفتاب است سی درجہ را کہ یک برج است و مقدار سی درجہ مقابل آں کہ اوج آفتاب بر منتصف آنست آفتاب آں را در مدت سی و یک روز و دوازدہ ساعت تقریباً قطع کند و ایں اطول مدت سیر آفتاب است مر سی درجہ را (ص۵) اور زیج بہادر خانی میں ماہ قمری حقیقی کے متعلق یوں درج ہے "ماہ ہائے حقیقیہ قمریہ بسبب سرعت حرکت تقویمی قمر و بطوء شمس حوالی اجتماع بے شبہ اصغر باشد از مقدار ماہ وسطی و غایت ایں قصر از سیزدہ دقیقہ یوم بلیلہ متجاوز نمی شود پس مقدار شہور صغریٰ بست و نہ روز و ثلث یوم تقریباً می باشد و ایں کسر گاہے بربع یوم نمی رسد بلکہ ابداً از ایداز ربع می باشد و علی ہذا القیاس ہر گاہ حوالی اجتماع قمر بطی شود و شمس سریع لازم آید کہ زمانہ ماہ حقیقی قمری زاید باشد از ماہ قمری وسطی و ایں زیادتی ہم قریب سیزدہ دقیقہ یوم بلیلہ است، پس غایت مقدار ماہ عظمیٰ بست و نہ روز و سہ ربع یوم می باشد و ایں کسر گاہے بچہار خمس نمی رسد بلکہ کمتر ازاں می باشد" ص۵۰۱

خلاصہ یہ ہے کہ وسطی مہینوں کی مقدار متعین اور منضبط ہوتی ہے اور حقیقی مہینوں کی مقدار نہ متعین ہوتی ہے اور نہ منضبط، اسی سے حساب داں وسطی اعتبار سے اپنا عمل کرتے اور تعدیلات کے ذریعہ حقیقی معلوم کر لیتے ہیں۔ آئندہ مضمون میں حسابات، یا لفظ اجتماع وغیرہ کا استعمال بمعنی وسطی ہوگا وسطی اور حقیقی یوں کہ برائے نام فرق ہوتا ہے اس لئے ہماری مراد پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

لیکن شریعت مطہرہ میں نہ تو ماہ قمری حقیقی پر حکم ہوتا ہے نہ ماہ قمری وسطی پر، بلکہ حکم ماہ قمری ہلالی پر ہوتا ہے، جس کی مدت کبھی ۲۹ یوم اور کبھی ۳۰ یوم ہوتی ہے۔ شرح زیج سلطانی میں ہے" واگر آں وضع ہلالی بود مدت دور او گاہے بیست و نہ روز باشد و گاہے سی روز" ص۵ فتاوی رضویہ میں ہے "اہل شرع ماہ ہائے ایں تاریخ از رویت ہلال گیرند و آں ہرگز از سی روز زیادہ نہ باشد و از بیست و نہ روز کمتر نے (جلد دوازدہم ص۳۰)

البتہ یہ ضرور ہے کہ غرۂ وسطیہ سے پہلے غرۂ ہلالیہ نہیں ہوتا، فتاویٰ رضویہ میں ہے" اور بداہۃً واضح کہ رویت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدت معتد بہا کے بعد واقع ہوتی ہے، تو غرہ ہلالیہ کبھی غرہ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا۔ وانہا غایۃ التساوی"

(جلد دوازدہم ص۳۱)

شرح زیج سلطانی میں تشریح کی گئی ہے کہ بوقت غروب آفتاب قمرین کے مابین معدل النہار کی قوس کی مقدار کو "بعد معدل اور منطقۃ البروج کی قوس کی مقدار کو "بعد سوار" کہتے ہیں، اسی کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ارشاد ہے کہ "اور حسب قول متعارف اہل عمل رویت کے لئے کم سے کم دس درجہ سے زیادہ فاصلہ چاہیئے"، حاشیہ شرح چیغمنی للعلامہ عبد العلی البرجندی میں ہے" المذکور فی الکتب المشہور انہ ینبغی ان یکون البعد بین تقویمی النیرین اکثر من عشرۃ اجزاء وقیل ینبغی أن یکون مابین

مغار بیہا عشرۃ أجزاء او اکثر حتی یکون القمر فوق الأرض بعد غروب الشمس مقدار ثلثی ساعۃ او اکثر والمشہور فی ھذا الزمان بین اھل العمل أنہ ینبغی ان یتحقق الشرطان حتی یمکن الرویۃ ویسمون البعد الأول "بعد السواء" والبعد الثانی "بعد المعدل"۔ شرح زیج سلطانی میں ہے "باید کہ بعد معدل دہ درجہ باشد یا زیادہ و بعد میان تقویم ایشاں از دہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زمان ایں است" ص۳۱ جلد دوازدہم (فتاوی رضویہ)

زیج بہادر خانی میں ہے "اگر ہر یک از بعد معدل و بعد سواء از دہ درجہ زیادہ نہ باشد دریں صورت ہلال اصلاً دیدہ نشود و ماہ موجودی روزہ باشد و اگر بعد معدل میان دہ درجہ و دوازدہ درجہ باشد و بعد سوار از دہ درجہ بیشتر بود دریں صورت ـــ ہلال باریک تواں دید و اگر بعد معدل میان دوازدہ و چہاردہ درجہ باشد ہلال معتدل دیدہ شود و اگر از چہاردہ بیشتر باشد ہلال بزرگ و ظاہر تر باشد" ص۵۵

جہاز سے پرواز کرکے ہلال دیکھنے کی حاجت اس وقت ہوگی، جب کہ ہلال ابتدائی حد پر واقع ہو اگر ہلال حد رویت سے زیادہ فاصلے پر واقع ہو تو بحسب زیجات اس کی رویت واضح ہوگی، تو پھر ہوائی جہاز سے پرواز کرنے کی کیا حاجت؟۔ اب مان لیجئے کہ کسی مقام میں بتاریخ ۲۹ بوقت غروب آفتاب ہلال نظر آجائے تو بفرمان امام احمد رضا کہ "غرۂ ہلالیہ کبھی غرۂ وسطیہ سے مقدم نہیں ہوتا" اس کا صاف مطلب ہے کہ غرہ وسطیہ ہوگیا اور جب غرہ وسطیہ کے لئے بعد معدل اور بعد سواء کی مذکورہ شرطیں لازمی ہیں اس لئے بوقت غروب آفتاب اس دن بعد معدل اور بعد سواء دس درجہ سے ضرور زائد ہوگا، اور چوں کہ قمر اتنی دوری کو تقریباً ایک دن میں طے کرتا، اس لیے ماننا پڑے گا کہ ۲۸ کی شام کو قمر حالت اجتماع میں تھا اور ۲۷ تاریخ کو قمر آفتاب سے پچھم ہونے کی وجہ سے آفتاب سے پہلے ہی غروب ہوگیا، جس سے صاف ظاہر ہے ۲۸ تاریخ کو بوجہ اجتماع قمرین اور ۲۷ تاریخ کو بوجہ غروب قمر رویت ہلال قطعاً محال۔ کما لایخفی۔

زیر بحث فتویٰ میں یہ کہا گیا ہے "کیوں کہ چاند غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا، اس لئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷، ۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے۔" قطعاً غلط اور بے بنیاد معلوم ہوتا ہے، فتویٰ کے الفاظ گو صورۃً ضابط و کلیہ نہیں لیکن معنوی اعتبار سے یقیناً یہ کلیہ ہے اور اس عبارت سے کلیہ ہی بیان کرنا مقصود ہے کہ اس میں کسی سنہ، کسی ماہ، کسی جگہ کی کوئی تعیین نہیں، بلکہ ہر ماہ، ہر سال، ہر جگہ بلندی سے چاند نظر آسکتا ہے، کیوں کہ وہ غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا، اگر ایک جزئی بھی کلیہ کے خلاف ہو تو وہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، حالت اجتماع اور بوقت غروب کی جو صورت پیش کی گئی، اس سے یقیناً یہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے یہ کلیہ سراسر باطل ہے، بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ یہ ایسا کلیہ ہے جو اپنے جزئیات میں سے کسی بھی جزئی پر نہیں ـــــ شرعی مہینے کبھی ۳۰ اور کبھی ۲۹ کے ہوتے ہیں لیکن ۳۰ کے مہینہ کا ثبوت رویت ہلال پر مبنی نہیں، وہ تو خود اکملوا العدۃ ثلثین ہی سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے رویت ہلال کا مسئلہ صرف ۲۹ والے مہینے سے تعلق رکھتا ہے۔ ۲۹ تاریخ کی شام کو قمر کے حد رویت پر ہونے کے لئے بوقت غروب آفتاب تین شرطیں ضروری ہیں (۱) ہلال افق کے اوپر ہو (۲) نیرین کے مابین بعد معدل دس درجے سے زائد ہو (۳) اسی طرح نیرین کے مابین بعد سوار دس درجے سے زائد ہو، اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو رویت کا وقوع ہو یا نہ ہو لیکن رویت ہلال حد امکان میں آجاتی ہے اور دنیا میں کہیں رویت ہو بھی سکتی ہے اور غرہ ہلالیہ ضرور ہو جاتا ہے اور اگر رویت نہیں ہوتی تو پھر بھی غرہ وسطیہ ہو جاتا ہے، ہلالیہ نہیں ہوتا، مثلاً اسی ۱۹۹۹ء کی جنوری میں

ماہ عید کے ہلال کا مسئلہ لیجیے، مطلع صاف ہونے کے باوجود دنیا
کی چند جگہ ہی سے رویت کی اطلاع ملی۔ پہلی شرط تو اس لیے کہ
اگر بوقت غروب آفتاب ہلال افق کے اوپر نہ رہے تو پھر کیا زمین
پیر کر رویت ہوگی اور دوسری اور تیسری شرط دو غرض کے لیے
مانی جاتی ہے، اول یہ کہ چاند کے دائرۂ رویۃ اور دائرۂ نور کا باہم
تقاطع ہوسکے، دوم یہ کہ بوقت غروب آفتاب قمر آفتابی شعاعوں
کی صولت سے دور رہ کر اپنا مکھڑا دکھا سکے، اگر بعد معدل اور
بعد سوا کی مشروطہ مقدار نہ پائی جائے تو چاند اور سورج باہم قریب
ہونے کی وجہ سے آفتابی شعاعوں کی صولت اور سورج کی تیز
کرنوں کی جلالت میں ہلال کا مکھڑا گم ہوجائے گا، تو پھر ہلال کیسے
نظر آئے گا۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ "غروب شمس کے ۲۰ منٹ
بعد تک آفتابی شعاعوں کی اس قدر صولت ہوتی ہے کہ عادۃً
انتیسویں کا چاند بھی اس میں نظر آنا ممکن نہیں"۔ بحوالہ فقہی بصیرت ص۱۵
دائرۃ النور اور دائرۂ رویت کے تقاطع کو اس طرح سمجھیں
کہ رویت ہلال خواہ ۲۹ کی ہو، یا ۳۰ کی، دائرۃ النور اور دائرۃ
الرویۃ کے باہم تقاطع سے چاند کے چار حصے ہوجاتے ہیں، دو
حادے اور دو منفرجے (۱) چاند کا زیریں حصہ جو ناظر کے سامنے
ہلالی صورت میں نظر آتا ہے۔ چاند کا یہ حصہ دائرۂ رویۃ اور دائرۂ
نور دونوں کے تحت ہوتا ہے (۲) دوسرا وہ بالائی حصہ جو ہلالی صورت
کے مقابل ناظر کے مخالف سمت ہوتا ہے، چاند کا یہ حصہ نہ دائرۂ رویت
کے تحت ہوتا ہے نہ دائرۂ نور کے تحت ہوتا ہے (۳) چاند کا وہ ٹکڑا
جو چاند کے غربی حصہ میں ہوتا ہے وہ دائرۂ نور کے تحت ہوتا ہے
دائرۂ رویت کے تحت نہیں، (۴) چاند کا وہ حصہ جو چاند کے شرقی
حصہ میں واقع ہوتا ہے وہ صرف دائرۂ رویت کے تحت ہوتا ہے
دائرۂ نور کے تحت نہیں، پہلے دونوں ٹکڑے حادے اور پچھلے دو
ٹکڑے منفرجے ہوتے ہیں چوں کہ دائرۂ رویت کا تعلق ناظر سے ہے
اس لئے ناظر کے مقامات بدلنے پر حصہ تقاطع کی ضخامت کم و بیش
ہوتی جائے گی، ناظر کے زمین پر ہونے، یا پستی پر جانے، یا بلندی
پر پرواز کرنے کی وجہ سے چوں کہ دائرۂ رویت کی پوزیشن بدلتی
رہتی ہے، اس لئے ناظر جوں جوں اوپر پرواز کرتا جائے گا، اسی
تناسب سے دائرۂ رویت کا زیریں حصہ اپنی جگہ سے ہٹ کر
پورب کی طرف کھسکتا جائے گا اور اسی تناسب سے بالائی حصہ
بھی اپنی جگہ سے پچھم کی طرف کھسکتا جائے گا اور دائرۂ رویت
اور دائرۂ نور کے تقاطع سے پیدا شدہ ہلالی صورت حادہ سے احد
ہوتی جائے گی یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ دائرۂ رویت
اور دائرۂ نور کا تقاطع ختم ہو کر حالت تطابق پیدا ہوجانے کی
وجہ سے چاند اور سورج کے مرکز اور ناظر تینوں ایک خط مستقیم
پر ہوجائیں گے اور اس طرح ناظر کے لئے سورج گہن کا منظر
سامنے آجائے گا۔ اور اگر ناظر سطح زمین چھوڑ کر پستی میں پہونچ
جائے اور زمینی حجاب واقع نہ ہو تو اس کے برعکس ہلالی صورت
کی مقدار بڑھ جائے گی اور اگر ناظر شمس و قمر کے مابین پہونچ
جائے تو بدر کامل کا منظر سامنے آجائے گا۔

بعد معدل اور بعد سوار کی متعینہ مقدار، چوں کہ اس میں
ناظر کی وضع کو کوئی دخل ہی نہیں ہوتا اس لئے چاند سورج کو
جہاں سے بھی دیکھا جائے، اس کے مابین کی دوری میں کوئی فرق
نہیں آئے گا، ایک میل کی اونچائی ہو، یا دس ہزار میل کی بلندی
خواہ فلک زحل کی بلندی، کہیں سے بھی دیکھیں یہ دوری اپنی جگہ
برقرار رہے گی اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا، چوں کہ بوقت غروب
یہی دوری قمر کو آفتابی شعاعوں کی صولت سے محفوظ رکھتی ہے
اس لئے اہل حساب نے یہ بتایا کہ اگر بعد معدل اور بعد سوا دس درجے
سے زائد ہو تو رویت کا امکان ہوجاتا ہے، ورنہ نہیں لیکن اس
صورت میں اگر ناظر بلندی کی طرف پرواز کرنے لگے تو جس قدر بلندی
پر جاتا رہے گا، اسی اعتبار سے ماہتاب کا زیریں حصہ جو ہلالی صورت
میں نظر آنے کا امکان رکھتا، اب اس کے ہاتھ سے امکان بھی جاتا
رہے گا، یعنی رویت کا امکان خفیف سے خفیف تر ہوتا رہے گا
اور آخر میں امکان معدوم ہوجائے گا، اس لئے زیر بحث مسئلہ میں

یہ پہلو نکالنا کہ ۲۷، ۲۸ تاریخ میں اگرچہ حصۂ تقاطع رویت معتادہ کی مقدار پر نہیں ہوتا، لیکن کیوں نہیں ایسا ہو سکتا کہ ہوائی جہاز سے بلندی پر جانے کی وجہ سے ایسی وضع پیدا ہو جائے کہ وہ ہلالی صورت جو زمین سے نہیں حاصل ہوتی وہ بلندی پر حاصل ہو جائے، در اصل یہ قوت واہمہ کا فریب ہے۔

رہی یہ بات کہ پھر لوگ کیوں رویت ہلال کے لئے اونچی جگہ مثلاً مکان کی چھت، یا پہاڑ اور ٹیلہ کے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور پاکستانی حضرات کیوں جہاز سے بلندی پر جاتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہ بعد معدل اور نہ بعد سوار کی مقدار بڑھانے جاتے اور نہ تقاطع کا حصہ زیادہ کرانے جاتے، بلکہ رویت معتادہ کی حد تک پہنچا ہوا ماہتاب کبھی زمینی حجابات، مثلاً اونچے مکانات، یا اونچے درخت اور کبھی فضائی حجابات مثلاً ابر باد یا گرد باد کی زد میں آجاتا اس لئے لوگ اونچی جگہ پر پہونچ کر ہلال کا مشاہدہ کرتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چاند رویت معتادہ کی حد پر اس وقت آتا جب کہ غروب ہو رہا ہو، یعنی جب افق کے اوپر تھا تو اس حد پر نہیں تھا اور جب اس حد پر آیا تو افق کے نیچے پہونچ گیا، اس لئے لوگ اوپر جا کر چاند دیکھتے، تاکہ ان کی نگاہ قدرے افق کے نیچے پہونچ کر رویت معتادہ کی حد تک پہونچے ہوئے ہلال کو دیکھ لے، الغرض بلندی پر جانا اس لئے ہوتا ہے کہ حد تک پہونچے ہوئے ہلال کا مشاہدہ کرے اس لئے نہیں ہوتا کہ ہلال کو حد تک پہونچا دیا جائے، بہر حال یہ باتیں ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ کے بعد ہی ہوتیں، ۲۸ تاریخ کو چوں کہ غروب آفتاب کے وقت قمر حالت اجتماع یا حوالی اجتماع میں ہوتا، جس کی وجہ سے لگ بھگ ساتھ ہی غروب کرتا اور ۲۷ تاریخ کو قمر آفتاب سے تقریباً ۱۲ درجہ پچھم ہوتا، جو تقریباً ۴۸ منٹ پہلے غروب ہو جاتا، اس لئے ۲۸ یا ۲۷ تاریخ کو رویت ہلال نہ زمین سے ہو سکتی اور نہ ہوائی جہاز سے ہو سکتی، اس لئے فتویٰ کا کلیہ قطعاً صحیح نہیں، یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اجتماع کی وضع، یا وہ وضع کہ جس میں قمر سورج سے پچھم واقع ہو تو ان اوضاع میں ہلالی حصہ نمودار بھی نہیں ہوتا اور نہ ہلالی حصہ نظر آ سکتا، بلکہ ان اوضاع میں چاند بھی نظر نہیں آ سکتا، اس لئے کہ اگرچہ ناظر کے بلندی پر جانے کی وجہ زمینی افق کے بجائے فضائی افق پیدا ہو جاتا، جس کی وجہ سے غروب شدہ قمر افق کے اوپر آجاتا ہے، لیکن اس صورت میں سورج بھی فضائی افق پر آجاتا ہے، جس کی تیز شعاعوں میں چاند گم ہو جاتا ہے، ہاں اگر چاند حد رویت پر ہو جیسے ۲۹ تاریخ کو تو چوں کہ یہاں ممکن ہے کہ سورج فضائی افق کے نیچے ہو اور قمر اس کے اوپر اس لئے یہاں رویت ممکن ہے۔

اب تک جتنی باتیں درج ہوئیں وہ تو علم وفن کی باتیں تھیں، آگے امام احمد رضا کے فرمان کو نقل کیا جا رہا ہے جس میں ۲۷، ۲۸ تاریخ میں رویت ہلال کا مسئلہ متعرض ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کی تاریخ اور دن کے تعین کے لئے رویت ہلال کی مذکورہ شرطوں کے پیش نظر شام دوشنبہ ۲۹ صفر کی سہ کے لیے افق کریم مدینہ طیبہ کے لیے جزئیات مؤامرہ کی جدول تیار کرکے یہ حکم لگایا کہ "جب شب سہ شنبہ (یعنی ۲۹ صفر) تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا، تو اس سے دو ایک رات پہلے (یعنی ۲۸، ۲۷) کا وقوع بداہۃً محال تھا، اس رات (یعنی ۲۹ کے دن گزرنے کے بعد کی رات) قمر صرف ۹ درجہ آفتاب سے شرقی ہوا تھا تو شام یکشنبہ کو (یعنی ۲۸ تاریخ کی شام کو) کئی درجے (یعنی تقریباً ۴ درجے سے کچھ زیادہ) اس سے غربی تھا اور غروب شمس سے کوئی آدھ گھنٹہ پہلے ڈوبا اور شام یکشنبہ کو (یعنی ۲۷ تاریخ کی شام کو) تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا، جب چاند جلوہ نشین مغرب ہو چکا تھا پھر (ان دونوں تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں) رات کو رویت ہلال کیا زمین میں چیر کر ہوتی"۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۲ پیچھے یہاں بھی فتویٰ کا کلیہ اپنے جزئیہ پر منطبق نہیں۔

عبارت بالا سے یہ واضح ہے کہ ۲۹ تاریخ کو جب وقوع رویت
ہلال ایک محض غیر متوقع احتمال ہو تو ۲۷، ۲۸ کو رویت ہلال کی کوئی
صورت ہی نہیں ہو سکتی، پاکستانیوں کا غیر متوقع احتمال سے
ایک دو دن پہلے ہوائی جہاز سے (جب کہ بلندی پر پہونچنے سے
تقاطع کا حصہ حادہ سے احد اور رویت خفیف سے خفیف تر
ہو جائے) ۲۷، ۲۸ کو چاند دیکھنے کی روایت فرضی نہیں تو اور کیا
ہو سکتی ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس پہاڑیاں ہیں،
امام احمد رضا نے یہ نہیں فرمایا کہ پہاڑ پر چڑھ کر اگر دیکھا جاتا تو
رویت ممکن تھی اس لئے کہ امام احمد رضا خوب جانتے تھے کہ ناظر
جس قدر اوپر جائے گا اسی اعتبار سے تقاطع کا مرئی حصہ کم سے کم تر
ہوتا جائے گا۔ اس لئے ۲۹ صفر کو جب زمین سے چاند دیکھنے کا غیر
متوقع احتمال ہے تو پہاڑ کے اوپر سے اور زیادہ غیر متوقع ہو جاتا
اور جب ہلال زمین سے دیکھنے پر حد رویت پر نہیں ہو سکتا تو کسی
اونچائی سے دیکھنے میں بھی حد رویت پر نہیں ہو سکتا۔

ذیل میں ہم "فقہی بصیرت" سے کچھ ایسی عبارتیں نقل
کرتے ہیں جو امام احمد رضا کی تصنیف "جد الممتار" کا فصیح ترجمہ
ہیں، اس مضمون میں بھی ۲۸ تاریخ کو رویت ہلال کی بابت
سند کو رہے۔

"اقول الحق ان شاء اللہ تعالیٰ التفصیل معاملہ
یہ ہے کہ یہاں دو باب ہیں (۱) باب قواعد رویت ہلال (۲) سیر شمس
و قمر، ان کے طلوع و غروب اور منازل قمر کا باب، اول کا تو کوئی
اعتبار ہی نہیں اس لئے کہ خود ان کا اس باب میں کثیر اختلاف ہے
کسی قطعی قول تک ان کی رسائی نہیں ہو سکی جیسا کہ آشنائے فن
سے مخفی نہیں، اس لئے مجسطی میں اس کی کوئی بحث نہیں رکھی،
باوجود یکہ اس میں متحیرہ اور ثوابت کے ظہور و خفا پر بھی کلام کیا ہے
اس وجہ سے کہ انہیں معلوم تھا کہ رویت ہلال ایسی چیز ہے جو ضوابط
کی گرفت سے باہر ہے، یہی وہ باب ہے جسے ہمارے ائمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہم نے رد کر دیا اور ثانی بلاشبہ یقینی ہے اس پر قرآن عظیم
کی متعدد سورتیں شاہد ہیں۔ جیسے ارشاد باری ہے "الشمس
والقمر بحسبان" چاند اور سورج ایک حساب سے ہیں
(۵- رحمٰن) "والشمس تجری لمستقر لھا ذالک
تقدیر العزیز العلیم" اور سورج اپنے ٹھہراؤ کے لئے چلتا
ہے، حکم ہے زبردست علم والے کا (۳۸ یٰس) "والقمر
قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم" (۳۹ یٰس)
اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ہو گیا جیسے کھجور
کی پرانی ڈال

تو اگر اہل حساب، علماء عادل باب اول کی بنیاد پر یہ کہیں کہ
رویت ممکن نہیں اور بینہ عادلہ رویت کی شہادت دے تو شہادت
قبول کی جائے گی اور اگر باب ثانی کی بنیاد پر کہیں جیسا کہ مسئلہ
دوم میں ہے، تو یہ قطعی امر ہے، جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا، کیوں
کہ عادۃً رویت ہلال ممکن نہیں، جب تک کہ چاند سورج سے دس
درجہ بلکہ زیادہ دوری پر نہ ہو، تو دن میں طلوع آفتاب سے
پہلے پھر رات میں غروب آفتاب کے بعد بھی اس کی رویت ہو تو یہ
اس امر کو مستلزم ہے کہ چاند نے دن بھر کے اندر بیس درجہ
سے زیادہ مسافت طے کر لی، جب کہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے
دن رات میں تقریباً بارہ درجہ سے زیادہ مسافت طے نہیں کر سکتا
تو اس میں سنت الٰہی کی تبدیلی لازم آئے گی، "ولن تجد لسنۃ
اللہ تبدیلا" اور خدا کی سنت میں ہرگز نہیں کوئی تبدیلی
نہ ملے گی، ایسی صورت میں صاحب علم قطعی طور سے یہ حکم کرے گا
کہ گواہوں کو اشتباہ ہو گیا، اور قطعی کو رد نہیں کیا جا سکتا،
شاید امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہی ہے۔ تو اس سے دونوں
قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی۔ اور اس کی نظیر ہمارے اس
رمضان ۱۳۳۰ھ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے سارے اطراف
میں تمام لوگوں نے پنج شنبہ کو روزہ رکھا، جب چہار شنبہ کو ماہ
رمضان کی اٹھائیس تاریخ تھی، تو بدایوں میں ہمارے دوست
مولوی عبد المقتدر صاحب کے یہاں تین یا پانچ آدمیوں نے

شہادت دی کہ انھوں نے چاند دیکھا ہے اور بلی میں تھا انھوں نے گواہی قبول کی اور لوگوں کو عید کا حکم دے دیا، جسے ان کے ماننے والوں میں سے چند ہی افراد نے قبول کیا، باوجودیکہ ہمیں قطعی طور سے معلوم ہے کہ گواہوں سے غلطی ہوئی، اس کی پانچ وجہیں ہیں سبھی باب ثانی پر مبنی ہیں، باب اول پر نہیں۔

اول یہ کہ اس دن یعنی بدھ کو شمس وقمر کا اجتماع رائج گھڑی سے نو بج کر اٹھارہ منٹ پر تھا اور غروب آفتاب چھ بج کر ۲۳ منٹ پر تو عادۃً یہ محال ہے کہ اجتماع کے نو گھنٹے چند منٹ بعد رویت واقع ہو جائے۔

دوم۔ تقویم آفتاب اور تقویم قمر کے درمیان غروب کے وقت فصل تقریباً پانچ درجہ سے زیادہ نہ تھی آفتاب سنبلہ کے انیسویں درجہ میں اور چاند اسی کے تیئسویں درجہ میں تھا اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ محض اتنی فصل پر ہلال کی رویت اس کے خالق ذوالجلال کی سنت مستمرہ معلومہ کے خلاف ہے۔

سوم۔ قمر کا غروب مرکزی جس کا غروب ہلال میں اعتبار ہے اس لیے کہ چاند کے نصف اسفل میں ہوتا ہے، چھ بج کر انتالیس [۲۹] منٹ پر ہوا، یعنی غروب آفتاب کے سولہ منٹ بعد اور تجربہ سے یہ قطعاً معلوم ہے کہ غروب آفتاب کے بیس منٹ بعد تک آفتابی شعاعوں کی اس قدر صولت ہوتی ہے کہ عادۃً انتیسویں کا چاند بھی اس میں نظر آنا ممکن نہیں۔ پھر جب ہلال حد رویت پر پہونچے گا، تو اس سے چند منٹ قبل زمین کے نیچے جا چکا ہوگا، تو نظر کیسے آئے گا۔

امام احمد رضا کی منقولہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جب تک قمر آفتابی شعاعوں کی صولت سے باہر نہیں آجاتا، رویت محال ہے اور باہر آنے کے لیے بعد معدل ہر یا بعد سوا دس درجہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے، ۲۷، ۲۸، تاریخ کو بوقت غروب آفتاب اتنی دوری نہیں ہوتی، بلکہ ۲۸، کو چاند تحت شعاع آفتاب ہوتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ چاند سورج دونوں ہی تقریباً ساتھ ساتھ ہی غروب ہوں گے اور ۲۷، کو چاند آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے۔

اس لئے ان دونوں تاریخوں میں رویت ہلال کسی طرح ممکن نہیں انسان پہاڑ پر چڑھ جائے، ہوائی جہاز سے بلندی پر پرواز کر جائے اس سے چاند سورج کی تقویم اور ان کے بعد معدل کے درمیان کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور نہ آفتابی شعاعوں کی صولت سے چاند باہر آجاتا، بلکہ انسان جس قدر اوپر اٹھتا جائے گا قمر کے زیریں تقاطع کا حصہ کم سے کم تر ہوتا جائے گا، اس لئے ۲۷، ۲۸ تاریخ کو رویت ہلال محال ہے، اگرچہ دائرۂ رویت اور دائرۃ النور کے درمیان فی نفس الامر تقاطع ہو۔ (جاری)

(بقیہ صـ ۲۳ کا)

عَلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ۔۔۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ درپیش ہوگا تو کیسے فیصلہ کروگے تو انھوں نے کہا کہ میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا سرکار نے فرمایا کہ وہ مسئلہ اگر کتاب اللہ میں نہ پاسکو تب تو انھوں نے کہا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ کی سنت سے فیصلہ کروں گا سرکار نے فرمایا اگر سنت میں بھی نہ پاسکو تب تو انھوں نے کہا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حق سے روگردانی نہ کروں گا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اللہ کے لئے حمد ہے جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو ایسی توفیق بخشی ہے جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد اور دارمی نے روایت کی ہے۔

لہٰذا اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اولی الامر سے مراد مجتہد ہے جس کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ ہے۔

از حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین ★

(دوسری آخری قسط)

۲۷، ۲۸ کی رویت ہلال فرمانِ امام احمد رضا اور زیجات کی روشنی میں

یہ مضمون چوں کہ خالص علمی ہے، اس لئے عام قارئین کا خیال کرتے ہوئے برائے تفہیم مختصر انداز میں کہا جا سکتا ہے۔

(۱) امام احمد رضا فرماتے ہیں "جب کہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے دن رات میں تقریباً ۱۲ درجے سے زیادہ مسافت طے نہیں کرتا" (فقہی بصیرت ص۵)

(۲) امام احمد رضا فرماتے ہیں "ماہ قمری ۳۰ دن سے زیادہ اور ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا" (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ ص۳۰)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ اگر ۲۸ تاریخ کو اجتماع ہو تو پورے ایک دن رات میں ۱۲ درجہ مسافت طے کرنے کی وجہ سے قمر اور سورج کے مابین اتنا بعد حاصل ہو جائے گا، جو رویت کے لئے شرط ہے اور ۲۹ تاریخ کو رویت ممکن ہو جائے گی، اس لئے ۲۹ کو اگر رویت ہو تو ۲۸ تاریخ کو قمرین کے باہم اجتماع ہونے کی وجہ سے دونوں کا غروب بھی ساتھ ساتھ ہوگا۔ لہٰذا ۲۸ تاریخ کو رویت کی کوئی صورت ہی نہیں، ۲۷ تاریخ کو قمر سورج سے پہلے ہی ڈوب جائے گا تو پھر رویت کا مسئلہ بھی نہیں اٹھتا، اور اگر ۲۸ کے بعد اجتماع ہو تو ۲۹ کے بجائے ۳۰ کی رویت ہوگی، ۲۸ اور ۲۷ کو چاند آفتاب سے پچھم ہوگا، اور آفتاب سے پہلے ہی ڈوب جائے گا، لہٰذا ۲۸ ہو، یا ۲۷ ان تاریخوں میں رویت قطعاً ممکن نہیں، اس لئے ہوائی جہاز سے بلندی پر جانے کے بعد بھی ۲۷، ۲۸ تاریخوں میں چاند دیکھنا قطعاً محال۔

رویت ہلال کے حساب لگانے میں بعد سوار اور بعد معدل کے استخراج کے لئے شمس و قمر کے اجتماع حقیقی اور ان کی حرکت تقویمی کا لحاظ ہوتا ہے، اگر اجتماع کے بعد، بُعد سوار اور بُعد معدل دونوں ہی اپنی شرط پر ہوں تو رویت کا امکان ہوتا ہے ورنہ نہیں، اور چوں کہ یہ حرکت غیر منضبط ہوگی (کما مرّ) اس لئے یہ اجتماع کبھی دن کے کسی حصہ میں ہوتا ہے۔ اور اسی اعتبار سے ہلال کے صدر رویت کا مقام اور افق بدلتا رہتا ہے، اور اسی طرح چاند کے اماوس میں داخل ہونے اور اماوس سے باہر آنے کے اوقات بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں لیکن سہولت کے لئے باعتبار امر اوسط یہ مانا جاتا ہے کہ جب ۲۷ یوم ۶ گھنٹے ۴۴ منٹ کی مدت گزر جاتی ہے تو چاند اماوس میں آجاتا ہے، جسے لوگ یہ کہتے ہیں کہ چاند چھپ گیا۔ اور ۲ یوم ۵ گھنٹے تک اماوس میں رہتا ہے اور اس مدت کے درمیانی وقت میں اجتماع ہوتا ہے، یعنی اماوس کے آغاز سے ایک یوم دو گھنٹہ ۳۰ منٹ بلفظ دیگر ۲۸ یوم ۱۰ گھنٹہ ۱۴ منٹ میں اجتماع ہو جاتا ہے اور حالت اجتماع سے وضع ہلالی تک آنے میں بھی اتنا ہی وقت لگتا ہے، یعنی ۲۹ یوم ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ کے بعد ہلال امکانِ رویت کے تحت آجاتا ہے۔

اجتماع نیرین سے کچھ دنوں پیشتر چاند سورج سے پچھم اور پھر اجتماع کے بعد پورب پہنچ جاتا ہے تو اگر اجتماع ۲۸ یوم ۱۰ گھنٹہ ۱۴ منٹ پر مانا جائے تو چاند ۲۷ اور ۲۸ کو بھی یقیناً سورج سے پچھم ہونے کی وجہ سے آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جائے گا۔ سطح زمین، یا کسی اونچی جگہ سے چاند کی طرف نظر کرنے کی صورت میں بہر حال آفتاب کی تیز شعاعیں حائل ہو جائیں گی، چوں کہ چاند پچھم اور سورج پورب ہے اس لئے ان تاریخوں میں چاند نظر آنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا اور اگر اجتماع ۲۷ اور ۲۸ کے درمیان مانا جائے تو ۲۷ کے دن قمر سورج سے پچھم ہونے کی وجہ سے پہلے ہی ڈوب جائے گا، اس لئے رویت کا مسئلہ نہیں پیدا ہوتا، البتہ ۲۸ کے دن قمر سورج سے پورب ہونے کی وجہ سے بعد میں غروب کرے گا، مگر اس قلیل مدت میں بعد سوار اور بعد معدل کی شرط حاصل نہ ہونے کی وجہ سے قمر آفتابی شعاعوں کی صورت میں گم ہو جائے گا، اور ساتھ ہی قدر معتد بہ تقاطع بھی حاصل

★ شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد

نہ ہو سکے گا۔ اور اگر ہوائی جہاز سے پرواز کرکے اونچائی پر پہونچا جائے تو یہ قدر غیر معتدبہ بھی لاپتہ ہوجائے گی اس لیے ان تاریخوں میں رویت کی بات ہی بیکار ہے، الغرض یہاں بھی فتویٰ کا کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے یہ بالکل صحیح اور حق بات ہے کہ فتویٰ میں درج شدہ کلیہ ایسا کلیہ ہے، جو اپنے جزئیات میں سے کسی پر منطبق نہیں۔

یہاں یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ ۲۹ تاریخ کو رویت ممکن ہے، یا نہیں، اس کا فیصلہ جزئیات موامرہ کی روشنی میں ہوتا ہے، اگر اس تاریخ کو بعد معدل اور بعد سوا اپنی شرط پر ہوں تو ممکن ہے ورنہ نہیں، باقی ۲۷، ۲۸ کی تاریخوں کے لیے استخراج تقویم کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ کہنا کافی ہے کہ ۲۸ تاریخ کو قمر یا اجتماع، یا قرب اجتماع کی حالت میں ہوتے ہیں اس لیے آفتابی شعاعوں کی صولت کی وجہ سے چاند ہرگز نظر نہیں آسکتا، اور ۲۷ کو چونکہ چاند آفتاب سے کم از کم ۱۲ ڈگری پچھم ہوتا ہے اس لیے وہ غروب آفتاب سے کم از کم ۴۸ منٹ پہلے ہی ڈوب جاتا ہے اس لیے اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں، ہم نے اپنے موقف کے لیے اسی طریقہ کو اپنایا ہے، لیکن امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ میں ۲۹ صفر وسطی کی رویت کے امکان اور عدم امکان کی بحث چھیڑی، اس لیے وہاں ضروری ہوا کہ جزئیات موامرہ کی جدول تیار کرکے حکم صادر فرمائیں، اور جب ایک دو دن پہلے کی بات آئی تو بلا جدول یہ کہہ کر کام تمام فرمادیا کہ شام یکشنبہ اور شام شنبہ کو تو قمر غروب آفتاب سے پہلے ہی ڈوب گیا تو کیا زمین چیر کر رویت ہوتی، جد الممتار میں جس فتویٰ پر بحث کی گئی ہے وہاں بھی یہی حال تھا کہ دن تو متعین تھا، لیکن تاریخ مختلف فیہ تھی، کچھ لوگ ۲۹ اور کچھ لوگ ۲۸ کہتے تھے، اس لیے رویت ہلال کے استحالہ پر دلیل لانے کے لیے تقویم کی بحث لانی پڑی، تاکہ فریق ثانی پر حجت قائم ہوسکے۔

یہاں بطور معارضہ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ "چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا" اسکے لیے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور کوہ ہمالہ کی چوٹی پر پہونچ کر اگر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷، ۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے (جب کہ ہوائی جہاز ۲ اور ۲½ میل ہی اوپر اڑتا ہے اور کوہ ہمالہ کی چوٹی ۵ میل اوپر ہے) تو کیا ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا۔

صحت انتساب کے قائلین پر اس معارضہ کا بھی جواب دینا بہت ضروری ہے۔ دُونَہٗ خَرْطُ القَتَاد

فکر و فن، ہیئت و زیجات کے جتنے مباحث پیش کیے گئے ہیں اگر ان سے صرف نظر کرکے صرف فتویٰ کی عبارت پر بھی غور کیا جائے تو اس میں متضاد امور مذکور ہونے کی وجہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ فتویٰ سرکار حضور مفتی اعظم ہند کا نہیں ہوسکتا، ہرگز نہیں ہوسکتا، اس بات کو سمجھنے کے لیے چند امور ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) زیر بحث فتویٰ میں جہاں چاند نظر آنے یا نہ آنے کی بات ہے وہاں چاند سے مراد اس کا ہلالی حصہ ہے، (۲) یہ ہلالی حصہ جو شرعاً معتبر ہے وہ چاند کے نصف اسفل ہی میں ہوتا ہے، جس کی رویت پر حکم شرع ہوتا ہے، امام احمد رضا کا فرمان ماسبق میں گزرا "قمر کا غروب مرکزی، جس کا غروب میں اعتبار ہے، اس لیے کہ یہ چاند کے نصف اسفل ہی میں ہوتا ہے" (۳) یہ ہلالی حصہ اسی وقت نمودار ہوسکتا ہے، جب کہ سورج غروب ہوجائے، ورنہ ناظر و قمر کے درمیان شعاع شمسی کے حائل ہونے کی وجہ سے چاند کا نمودار ہونا محال ہے (۴) اور بوقت غروب آفتاب قمر سورج سے پورب تقریباً دس درجہ سے زیادہ افق کے اوپر ہو اور سورج قمر سے اتنی ہی دوری پر پچھم زیر افق ہو (کما مر مراراً) اس تمہید کے بعد غور کیجئے اور زیر بحث فتویٰ کی تحلیل فرمایئے، فتویٰ میں درج ہے "چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا، اس لیے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے" یعنی جہاں بوقت غروب آفتاب چاند افق پر علی حد رویت ہوتا اور غروب نہیں ہوتا، مثلاً مقامات غربیہ میں وہاں ۲۹ کو نظر آجاتا ہے اور جہاں غروب ہوجاتا، مثلاً مقامات شرقیہ میں وہاں ۲۹ کو نہیں، بلکہ ۳۰ کو نظر آتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۲۷، ۲۸ کو دنیا کی کسی جگہ سے چاند
کیوں نظر نہیں آتا، تو فتوی کے حکم کے مطابق جواب یہ ہے کہ ان تاریخوں
میں اگرچہ چاند فنا نہیں ہوتا، لیکن غروب آفتاب کے وقت، یا اس سے پہلے
ہی غروب ہو جاتا ہے، اس لئے نظر نہیں آتا ہے، پھر آگے فتوی میں ارشاد
ہے "جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷، ۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا
۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا"؟

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اب مزید غور فرمائیے کہ جب ۲۷،
۲۸ کو قمر آفتاب کے ساتھ، یا اس سے پہلے ہی غروب ہو چکا تو یہ صورت
یقیناً اجتماع قرین کی ہو گی، یا پھر قمر سورج سے پچھم تھا، اس لئے حسب
تمہید ۳ اور ۴ ہلالی حصہ نمودار نہیں ہو سکتا کہ اس کے لئے قمر کا
سورج سے پورب ہونا ضروری ہے اور یہاں ایسا نہیں۔ تو پھر
خواہ زمین سے مشاہدہ کرے، خواہ بلندی سے، ہلال کیسے نظر آسکتا
ہے۔ بفرض محال و بطریق تنزل اگر کچھ بھی ہلالی صورت نمودار ہو جائے تو
بلندی سے دیکھنے میں وہ حصہ بھی معدوم ہو جائے گا (کما مر سابقاً)
اور ساتھ ہی جب قمر سورج سے پچھم ہو گا تو اونچائی سے قمر کو دیکھنے کی
صورت میں آفتابی شعاعیں ضرور حائل ہوں گی کہ سورج چاند سے پورب
ہے۔ کیوں کہ بلندی سے اگر ڈوبا ہوا چاند نظر آسکتا ہے، تو سورج جو چاند
سے پورب ہے وہ پہلے نگاہ کے سامنے آئے گا۔ اور صورت اجتماع میں
چوں کہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں اس لئے چاند کی طرف نظر کرنے میں سورج
کی شعاعوں کا حائل ہونا بدیہی ہے، اس لئے ہلال تو کیا، چاند بھی نظر
نہیں آئے گا۔

چنانچہ جب ۲۷، ۲۸ تاریخ کو رویت کی کوئی صورت نہیں تو پھر
یہ تفریع کیوں کر درست ہو گی کہ ۲۷، ۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا
۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا۔

الغرض فتوے کی عبارت متضاد باتوں پر مشتمل ہونے کی وجہ
سے بدیہی البطلان ہے، ہاں اگر فتوی میں بجائے غروب کے یہ عبارت
ہوتی کہ "چاند فنا نہیں ہوتا بلکہ چھپ جاتا ہے جیسے اماوس کے
زمانہ میں ہوتا ہے اس لئے وہ کہیں ۲۹ کو نظر آتا اور کہیں نظر نہیں
آتا ہے جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷، ۲۸ کو بھی نظر آسکتا
ہے" تو عبارت جامع اور مختصر ہو جاتی، اگرچہ یہ بات بھی فی نفسہ
صحیح نہیں لیکن صورۃً قابل قبول معلوم ہوتی، ترکنا تفصیلہ بلا اختیار
کاش کوئی بتا دیتا کہ پاکستانی واقعہ کس سال اور کس ماہ قمری میں
واقع ہوا تھا، تو میں تقویمات استخراج کر کے مزید ثابت کر دیتا کہ یہ
محض کہانی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

یہی نہیں بلکہ اس فتوی میں اس کے علاوہ ایک بڑی قباحت
اور ہے، جس کی وجہ سے اس کا انتساب قطعاً حضور مفتی اعظم
ہند کی طرف درست نہیں، اس کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے
وہ یہ ہے کہ جس طرح آفتاب فلک کی گردش کی وجہ سے طلوع سے
غروب تک فلک کے نصف فوقانی میں رہتا ہے، اسی طرح قمر بھی
طلوع سے غروب تک فلک کے نصف فوقانی میں رہتا ہے، اس
نصف فوقانی میں جب تک قمر رہتا ہے وہ نظر آسکتا ہے، یہ الگ
بات ہے کہ بعض حالات میں، مثلاً اماوس میں، یا قرب شمس کے وقت
وہ نظر نہیں آسکتا ہے، اور کامل بدر اور کامل گہن کے علاوہ تمام
اوضاع میں قمر پر دائرۂ رویت اور دائرۂ نور کا تقاطع ہوتا ہے، لیکن
ہلال نہ ہر تقاطع کے حصہ کو کہتے ہیں اور نہ ہلال کی رویت (جس پر
۲۹ کے مہینہ کا شرعاً حکم ہوتا ہے) ہر دن ہوتی۔ ہر دن جو تقاطع
نظر آتا ہے، یا آسکتا ہے، وہ ہلال کے علاوہ دوسری وضع ہے، جسے
ہم چاند ہی کہتے ہیں۔ ورنہ پھر پورے مہینے کے کسی بھی دن مثلاً
۶، ۷، ۸، ۹، وغیرہ کو بھی رویت ہلال مان کر شرعاً ایک مہینہ کے
اختتام اور دوسرے مہینہ کی ابتدا کا حکم دیا جانا صحیح ہو جائے گا۔
یہاں چوں کہ بحث اس ہلال کی ہے، جس پر ایک مہینے کے اختتام
اور دوسرے مہینہ کی ابتدا کا مدار ہے، یعنی ۲۹ ویں کے ہلال کی۔
رہی ۳۰ تاریخ تو اس میں ہلال نظر آئے، نہ آئے، اس پر حکم کا مدار
نہیں، اس لئے ہلال عند الشرع قمر کے اس حصۂ تقاطع کا نام ہے، جو
ماہ کے بعد ۲۹ کی شام کو بعد غروب آفتاب افق غربی پر نظر
آنے کے قابل ہوتا ہے، امام احمد رضا کی تعلیقات علی الزیج الایلخانی

میں معرفت وقت رویت الہلال کے تحت ہے " والذی ھو مستعمل
فی أکثر الأوقات أن الیوم التاسع والعشرین ماضیا
أی من الاجتماع فی وقت غروب الشمس نستخرج
فیہ تقویم النیرین" الخ ص ۱۴۵

امام احمد رضا "بہادر خانی" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں "در دانستن
رویت اہلہ روز بست ونہم از ماہ عربی تقویم آفتاب وماہ" الخ ص ۱۵۷

اس تمہید کے بعد ذرا فتویٰ کے الفاظ کو ملاحظہ کریں " اور
ہوائی جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے پر ۲۷، ۲۸ کو
بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا" استفہام
انکاری بتاتا ہے کہ حکم نہیں دیا جائے گا، اس استدلال کا مطلب
یہ ہے کہ "بذریعہ ہوائی جہاز اگر چاند نظر آئے تو لازم آئے گا کہ ۲۷،
۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے، مگر ۲۷، ۲۸ کو چاند کا حکم دینا باطل،
اس لئے بذریعہ ہوائی جہاز چاند دیکھنا باطل" مگر افسوس کہ فتویٰ
نگار نے یہ غور نہیں کیا کہ ان تاریخوں میں (بفرض محال) اگر نظر
آسکتا ہے تو چاند نظر آسکتا ہے، ہلال نہیں، اس لئے کہ ہلال تو وہ حصہ
تقاطع ہے، جو ۲۹ کی شام کو بوقت غروب شمس افق غربی پر نظر
آنے کے قابل ہوتا، مہینہ کے آغاز ہونے کے بعد سے ۲۸ تاریخ بلکہ
۲۹ تاریخ کی صبح تک جو نظر آتا، یا آسکتا ہے وہ ہلال ہی نہیں ہے،
وہ تو محض چاند ہے جس پر حکم شرع نہیں ہوتا، یعنی یہاں مقدم وتالی
میں علاقہ لزوم ہی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ لازم آتا ہے
۲۷، ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے۔ اس صورت میں حکم نہ دینے کی وجہ
یہ نہیں ہے کہ جہاز سے بلندی پر جا کر چاند دیکھا گیا، بلکہ حکم نہ دینے کی
وجہ یہ ہے کہ (بفرض محال) اگر ۲۷، ۲۸ کو بلندی پر جانے سے نظر
آیا تو وہ چاند نظر آیا، ہلال نظر نہیں آیا، اور حکم شرع چاند دیکھنے پر نہیں
ہوتا، بلکہ رویت ہلال پر ہوتا ہے، یہاں ۲۷، ۲۸ کو رویت ہلال ہی نہیں
ہوتی، بلکہ در اصل چاند دیکھا گیا، الغرض استدلال میں جو لازم ہے وہ مدار حکم
نہیں اور جو مدار حکم ہے وہ لازم نہیں، اس لئے ۲۷، ۲۸ کو چاند کا حکم نہیں دیا
جائے گا ورنہ اگر کوئی سطح ارض سے کسی بھی تاریخ کو مثلاً ۲۶، کو چاند دیکھے
تو کیا ابتداء ماہ کا حکم دیا جائے گا، ہرگز نہیں اس لئے کہ ۲۶، کو
جو دیکھا گیا وہ چاند تھا اور حکم شرع چاند دیکھنے پر نہیں، بلکہ رویت
ہلال پر ہوتا ہے۔

اس لئے اگر ۲۷، ۲۸ کو چاند کا حکم نہ دیا جائے تو اس سے کہاں
لازم آتا ہے کہ ۲۹ کو بھی حکم نہ دیا جائے اس لئے کہ ۲۹ کو خواہ زمین
سے ہو یا ہوائی جہاز سے، بہر حال ہلال دیکھا گیا ہے اور ۲۷، ۲۸
کو ہلال نہیں بلکہ چاند ہلال کے علاوہ دوسری وضع میں دیکھا گیا ہے،
اس لئے دونوں کے حکم میں کوئی علاقہ لزوم نہیں ہے۔ فانتبہ۔

ان باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار ہلال اور چاند
کے مابین فرق نہیں جانتا اور نہ ہلال کے دیکھنے کی تاریخ اور نہ
اس کی رویت کے وقت سے واقف ہے۔

اس قسم کی بے ربط اور بے سر و پا باتیں حضور مفتی اعظم ہند کی
طرف منسوب کرنے والے حضرات پر یہ ضروری ہے کہ اس فتویٰ سے
متعلق زیجات، فرمان امام احمد رضا اور معارضات جو کچھ پیش کئے گئے
ان سب کی صفائی پیش کریں ورنہ ہم اپنے موقف پر برقرار ہیں۔

میرا مطبوعہ سابق مضمون اور یہ پیش نگاہ مضمون دونوں
کو پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ زیر بحث فتویٰ اور پاکستانی واقعہ
فکر وفن اور اعلیٰ حضرت کے کلام سے متعارض ہیں، اس لئے اب یہ
صورت ہے کہ " دونوں میں سے زیر بحث فتویٰ صحیح، امام احمد رضا
کا قول غلط ہے (۲) امام احمد رضا کا قول صحیح، زیر بحث فتویٰ غلط
ہے (۳) زیر بحث فتویٰ کا انتساب غلط ہے، امام کا قول صحیح
ہے (۴) نہیں نہیں دونوں صحیح ہے، رفع تعارض کی صورت ہے
ہم نے تیسری صورت اختیار کر لی ہے، اگر کوئی اس کے علاوہ کوئی
صورت اختیار کرتا ہے، تو اس کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے قول کی توجیہ
کرے۔

زیر بحث فتویٰ میں مذکورہ بالا قباحتوں کے علاوہ ایک بہت بڑی
قباحت یہ بھی ہے کہ ۲۸، کو تو اجتماع کی وجہ سے رویت ہلال محال ہے
۲۷، میں آفتاب کے غروب سے تقریباً ۴۸ منٹ پہلے ہی چاند ڈوب

جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے وصال شریف کے موقع پر جزئیات موامرہ کی جدول کا جب استخراج فرمایا تو وہاں بھی انھوں نے فرمایا کہ ۲۷ کو عصر کے مستحب وقت ہی میں چاند ڈوب گیا تھا، بہرحال چاند ۲۷ کو وقت غروب آفتاب افق سے ۱۲ درجہ مزید نیچے ہوتا ہے، جو ۲۸ کو حالت اجتماع میں آجاتا اور پھر ۲۹ کو قابل رویت ہوتا۔ اس لئے ۲۷ کو چاند تک نگاہ پہونچنے کے لئے علم مثلث کی روشنی میں سطح ارض سے ۸۰، ۸۵ میل کی بلندی پر جانا ہوگا۔ اس کے لئے ہلکا سا اشارہ کرنے کے لئے ایک شکل پیش کی جاتی ہے بغور توجہ فرمائیں۔

۱۔ سب سے چھوٹا دائرہ کرہ الارض اس کے اوپر کرۃ البخار اور بڑا دائرہ فلک القمر ہے۔

مقررات

ج ۱۰ خط افق غربی اور ج، ب، مرکز عالم سے ۲۷ کو قمر کی دوری دو لاکھ چالیس ہزار میل، ء، د، ب وہ خط جو بلندی سے سطح ارض کو مس کرتا ہوا چاند تک پہونچتا ہے، ج، د، مرکز عالم سے نقطہ۔ تماس تک جانے والا نصف قطر ارض چار ہزار میل اور ج، ء، مرکز عالم سے جانب سمت الراس میں اس بلندی کی دوری جہاں سے چاند دیکھا جاسکتا ہے، ۵، ء، سطح ارض سے جہاز کی بلندی، ہمیں اسی دوری کو معلوم کرنا ہے۔

یہاں مقصد حاصل کرنے کے لئے دو مثلث کا حل کرنا ضروری ہے پہلا مثلث ج، د، ب اور دوسرا مثلث ء، د، ج دائرہ کا نصف قطر جب دائرہ کو مس کرنے والے خط کے نقطۂ تماس تک پہونچتا ہے، تو وہاں اپنے دونوں پہلو پر وہ زاویہ قائمہ بناتا ہے، اس لئے مثلث ج، د، ب کے تینوں خطوط بشکل عددی معلوم ہوجائیں گے، اور تینوں ضلعے معلوم ہوئے تو پورا مثلث حل ہوگیا، اور چونکہ ہم کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ زاویہ ء، ج، ب چاند کے ۱۲ درجہ افق کے نیچے پہونچنے کی وجہ سے ۱۰۲ درجہ ہے اس لئے زاویہ د، ج ب کو جب ہم ان سے تفریق کریں گے تو باقی زاویہ ء، ج، د ۱۲ درجہ باقی رہ گیا۔ اس سے دوسرے مثلث کا زاویہ ء، ج، د ۱۲ درجہ معلوم اور زاویہ ء، د، ج بوجہ نقطہ تماس ۹۰ درجہ معلوم اس لئے زاویہ ج، ء، د ۷۸ درجہ معلوم اور اس کے اتنے حصے معلوم تو اب ہمیں ء، ج، معلوم کرنا درج ذیل ضابطہ سے سہل ہوگیا۔

$$\frac{a}{\sin A} = \frac{b}{\sin B} = \frac{c}{\sin C}$$

امام احمد رضا نے اسی ضابطہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے "در مثلث سطح مستوی است کہ آں جا نسبت جیب ہر زاویہ بوتر خویش چوں نسبت جیب زاویہ دیگر بوتر آں ست۔" المعنی المجلی للمغنی الظلی ۵ اس لئے اربعہ متناسبہ یوں قائم ہوگیا۔

۱ : ۹۸ ء :: ء ج مجہول : ۴۰۰۰ چار ہزار کا نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ج ء = ۴۰۸۲ میل ہے اور ۵ ا = ۸۲ میل ہے، چوں کہ حساب میں اعشاریہ سے صرف نظر کیا گیا ہے اس لئے تقریبی جواب یہ ہوا کہ یہ بلندی تقریباً ۸۰، ۸۵ میل ہے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں "زمین کی ہر طرف کرۂ بخار ہے، جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔" فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۵۹

علامہ شیرازی نے تحفہ میں لکھا ہے "ان کرۃ الهواء تنقسم إلى قسمين احدهما الهواء اللطيف الصافي من الأبخرة والأدخنة المتصاعدة من كرتي الأرض

والماء وثانيهما الهواء الكثيف الممنوط بالابخرة وشكل
هذا الهواء كرة مركزها مركز العالم ويسمى كرة البخار
وعالم النسيم يعني مهب الرياح لأن ما فوقها من الهواء
الصافي ساكن وساكن وكرة الليل والنهار، إذهي القابلة
للنور والظلمة دون ما فوقها. بحوالہ حاشیہ تصریح
ص۵۴ اور تصریح کی عبارت "حتی یری الشعاع المحیط
به" پر حاشیہ میں ہے وکان الهواء المستضئ بضیاء الشمس
لکثافته الحاصلة بسبب المجاورة للأرض والماء یعنی
الهواء المستضئ من کرة البخار فان الهواء الذی
فوقها لا تقبل الاستضاءة للطافته الخ ص۶۸ اور
حاشیہ شرح چغمینی میں ہے ان ثخن کرة البخار احد و
خمسون میلا وتسع وخمسون دقیقة الخ ص۲۱

اور جب حال یہ ہے کہ لیل و نہار کا تحقق صرف ۵۲ میل
اوپر ہی تک ہے، اس کے اوپر فقط تصور ہے، تو کیا پاکستان کے
لوگوں نے عالم لیل و نہار سے بھی ۳۰ میل اوپر جاکر ۲۷ کا چاند
دیکھا تھا اور ساتھ ہی قارئین کو معلوم ہے کہ ہمالہ کی چوٹی تقریباً
۵ میل اونچی ہے، اس ۵ میل کی اونچائی پر اتنی برف باری اور ٹھنڈک
ہوتی ہے کہ بلا کسی تحفظی سامان کے کوہ پیما وہاں تک پہونچ ہی نہیں
سکتا۔ تو ذرا غور فرمایئے کہ کوہ ہمالہ کی چوٹی سے بھی ۷۷ میل اونچائی
پر کیا حال ہوگا؟ - یہ تو پاکستانیوں پر تبصرہ تھا۔ اب اصل فتویٰ
کو ملاحظہ کریں کہ اول تو عام ہوائی جہاز کی پرواز عموماً زیادہ سے زیادہ
۲، ۴ میل کے اندر ہی ہوتی، اور ۲۷ تاریخ کو رویت کے لئے ۸۲
میل کی بلندی پر جانا ہوگا جو غیر ممکن ہے اور اگر وہاں پہونچ بھی جائے
تو جس طرح چاند سامنے ہو جائے گا، اسی طرح سورج بھی آجائے گا۔
کہ وہ چاند سے ۱۲ درجہ پورب ہے، اس لئے آفتابی شعاعوں کی
صولت سے چاند کا نظر آنا محال۔ اور اگر بفرض محال نظر آ بھی جائے
تو وہ چاند ہوگا، ہلال ہو ہی نہیں سکتا کہ ہلال تو وہ ہے، جو بوقت
غروب آفتاب ۲۹ کی شام کو افق غربی پر نظر آئے کما مرّ یعنی سورج
چاند سے پچھم ہو اور یہاں ۲۷ کو خود چاند سورج سے پچھم ہے اس
لئے ہلال کے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شروع سے اخیر تک میرا یہ مقالہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے
یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار زیجات کے حسابات سے
بے خبر ہے فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم تک اس کی نگاہ نہیں پہونچی
جد الممتار کی عبارت سے وہ غافل ہے فتویٰ نگار وضع ہلالی اور غیر
ہلالی کا فرق نہیں جانتا۔ وہ کسی بھی تاریخ کے حصہ تقاطع کو ہلال
سمجھتا ہے اس کو یہ معلوم نہیں کہ ۲۸ کو اجتماع ہوتا ہے۔ اسے یہ پتہ
نہیں کہ ۲۷ کو چاند دیکھنے کے لئے کتنی بلندی پر جانا ہوگا۔ اس
کو یہ خبر تھی کہ عالم لیل و نہار کی اونچائی کتنی ہے نہ اس کو یہ خبر تھی
کہ ۲۷ کو چاند دیکھنے کے لئے عالم لیل و نہار سے نکل کر دوسرے
عالم میں پہونچ کر کرۂ زمہریر سے گزر کر دوسرے طبقہ میں پہنچ جانا
پڑے گا۔ جہاں انسان تو کیا، خود ہوائی جہاز بھی ایک منجمد ڈھانچہ
میں بدل جائے گا۔ اس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کوہ ہمالہ کی چوٹی جو تقریباً
۵ میل بلندی پر ہے، وہاں جب غضب ناک جان لیوا جھکڑ چلتا
ہے، تو پھر ۸۲ میل کی اونچائی پر کیا حشر ہوگا، فتویٰ نگار کو یہ پتہ
نہیں تھا کہ اگر اتنی بلندی پر افق کے نیچے چاند نظر آسکتا ہے
تو افق کے نیچے غائب ہونے والا سورج بھی نظر کے سامنے آجائیگا
اور آفتابی شعاعوں کی صولت میں چاند کا دیکھنا محال ہو جائے گا
اس کو یہ خبر نہیں تھی کہ ۲۹ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب افق غربی پر
نظر آنے کے قابل تقاطع کو ہلال کہا جاتا ہے، جس پر امور شرعیہ
کا حکم ہوتا ہے، ۲۷، ۲۸ تاریخ میں جو تقاطع ہوتا ہے۔ اگر بفرض
محال نظر آجائے تو وہ نہ ہلال ہے اور نہ اس پر حکم شرع کا مدار ہے۔
اس لئے فتویٰ میں یہ کہنا کہ "جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷
۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند دیکھنے کا حکم دیا
جائے گا۔ سراسر بے محل اور لغویات ہے، اس لئے کوئی اس فتویٰ
کو مفتی اعظم ہند کی نگارش سمجھتا ہے تو سمجھا کرے، لیکن بندہ
ناچیز یہ کہتا رہے گا کہ کسی شاطر اور زیرک آدمی نے اسے اختراع

کے پھیلایا ہے۔ العیاذ باللہ

سمٹ کر رہ گیا قطرے میں پھر بھی
جو بحر بیکراں تھا دل میں میرے

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فتویٰ میں حکم دیا گیا ہے کہ چاند سطح زمین، یا ایسی جگہ جو زمین سے ملی ہوئی ہو، وہاں سے دیکھنا چاہیے۔ ہوائی جہاز سے بلندی پر سے چاند دیکھنا شرعاً غیر معتبر ہے۔ فتویٰ کا یہ جبری حکم بھی ذہن و فکر میں ہیجان پیدا کرتا ہے کہ جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ جس طرح پانی ایک جسم اور عنصر ہے، اسی طرح ہوا بھی زمین سے ملی ہوئی ہے اور جس طرح پانی رطب ہے، اسی طرح ہوا بھی رطب ہے، جس طرح پانی انسانی بوجھ کو نہیں سہار سکتا، اسی طرح ہوا بھی انسانی بوجھ کو نہیں سہار سکتی، جس طرح بذریعہ واسطہ یعنی دخانی جہاز پر بیٹھ کر بحری سفر کیا جاتا، اسی طرح بذریعہ واسطہ یعنی ہوائی جہاز پر بیٹھ کر فضائی سفر کیا جاتا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سمندر میں دخانی جہاز پر بیٹھ کر اگر رویت ہلال ہو تو معتبر ہے اور فضا میں ہوائی جہاز پر بیٹھ کر رویت ہو تو غیر معتبر، جب کہ جس طرح پانی زمین سے ملا ہوا ہے، اسی طرح ہوا بھی زمین سے ملی ہوئی ہے، اس لئے فتویٰ میں جو ضابطہ بیان کیا گیا کہ "چاند ایسی جگہ سے دیکھنا چاہیئے، جو زمین سے ملی ہوئی ہو" یہ بات دونوں جگہ، یا سمندر اور فضا میں کیوں مؤثر نہیں چاند دیکھنا عبادت مقصودہ نہیں کہ اسے امر تعبدی کہہ کر سوال کو ٹال دیا جائے، یا ردی کے کھاتہ میں ڈال دیا جائے، بلکہ جو حضرات اس فتویٰ کے انتساب کو حق ماننے کے دعویدار ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ماخذ اور جزئیہ پیش کریں اور ساتھ ہی دونوں کے مابین وجہ فرق بیان کریں، ورنہ خرط القتاد۔

یاد رہے مفتی اعظم ہند بغیر کسی سند، یا بغیر کسی ماخذ کے ایسا کبھی بھی نہیں فرما سکتے۔ ساتھ ہی اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ پانچ میل اوپر یعنی کوہ ہمالہ کی چوٹی سے رویت ہلال معتبر مانی جائیگی لیکن اگر دس بیس پچاس فٹ اوپر فضا میں ہیلی کاپٹر روک کر رویت ہلال حاصل ہو تو یہ رویت معتبر نہیں۔ ان دونوں صورتوں کے مابین عقلی، یا نقلی توجیہ کرنا ضروری ہے، جس سے فرق واضح ہو جائے

عالی جناب ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی اپنے ایک مقالہ میں رقم طراز ہیں کہ سب سے پہلے اس فتویٰ کو میں نے ہندوستان میں پیش کیا، اس کے بعد دوسرے لوگ اپنی تحریروں، یا تقریروں میں پیش کرتے رہے، یہ بات اس کو ظاہر کرتی ہے کہ زیر بحث فتویٰ کی روایت خبر واحد کی سی ہے، اور جب یہ زیر بحث فتویٰ اس قدر نظری ہے تو خبر واحد کی بنیاد پر اس کی ایسی تشہیر قطعاً علم و فضل والے لوگوں کے لئے زیب نہیں دیتی، بلکہ خبر واحد پر اعتماد کرنے کے جتنے مقتضیات ہیں، سب کو پورا کرنا ضروری ہے۔

وہ حضرات جو فقط انتساب کے انکار پر ہم پر اتنا برہم ہیں، ان کو چاہیئے کہ ماضی کی اس روایت کے متعلق بھی غور کریں کہ سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند نے لاؤڈ اسپیکر سے متعلق اپنا فتویٰ صادر کیا اور وقت کی عظیم ہستیاں مثلاً حضرت شاہ اجمل صاحب شیر بیشۂ اہل سنت، حضرت برہان الملۃ، حضرت محدث اعظم ہند، ان کے علاوہ صدر العلماء، سید العلماء، شمس العلماء اور دیگر بلند شخصیتوں نے اس فتویٰ کی تائید اور تصدیق فرمائی

لیکن سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی حیات مقدسہ ہی میں ایک ٹولی نے "منظر اسلام" کی چہار دیواری میں بیٹھ کر اس کا رد کیا اور معاذ اللہ استہزا بھی اڑایا۔ لیکن لوگ سنتے رہے اور تماشائی بن کر خاموش بیٹھے رہے، اور آج ہم نے علم و فن اور امام احمد رضا کے فرمان کی وجہ سے فقط انتساب کا انکار کیا تو ہم کو بغاوت کا تمغہ دیا جا رہا ہے، جب کہ میرے مضمون کے آخر میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس فتویٰ کے بارے میں جو کچھ عرض کیا ہے، وہ سب اپنی فہم ناقص کے مطابق شبہات عرض کئے ہیں، اگر کوئی صاحب تحقیق تلاش و جستجو کر کے ہمارے شبہات کو دور فرما دیں تو میں ان کا بے حد ممنون ہوں گا۔

بفرض غلط اگر اس فتویٰ کا انتساب سیدنا سرکار حضور

مفتی اعظم ہند کی طرف دلائل و براہین سے ثابت ہو جائے تو بہرحال یہ بات یقیناً غلط ہوگی کہ آئندہ ماہ پاکستان میں ہوائی جہاز جب بلندی پر گیا تو ۲۰ اور اسی طرح سے ۲۸ کو بھی چاند نظر آیا، رہی یہ بات کہ انتساب کی حقیقت پر میرا موقف کیا ہوگا۔ تو اس کا فقط ایک ہی جواب ہے کہ میرا یہ تطفل ہوگا، جس طرح ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد کے متعلق غالباً شامی نے یہ فرمایا کہ" وہاں عشار کا وقت نہیں ہوتا اور وجہ یہ بتائی کہ چونکہ وہاں رات صرف تین ہی گھنٹے کی ہوتی ہے، ڈیڑھ گھنٹہ وقت مغرب اور ڈیڑھ گھنٹہ فجر میں تمام ہو جاتا ہے، اس لئے عشار کا وقت ہوتا ہی نہیں" لیکن امام احمد رضا نے ہیئت کی رو سے حساب کرکے بتایا کہ نہیں ایسا نہیں، وہاں آٹھ گھنٹہ تک کی رات ہے، رہا عشار کا وقت وہاں کیوں نہیں ہوتا؟ تو وہ اس لئے کہ آفتاب وہاں کے افق سے اٹھارہ درجہ سے زیادہ نیچے جاتا نہیں، اسی طرح امام احمد رضا نے تطفل کہہ کر بہت سے متقدمین کی عبارت میں اپنا موقف ظاہر فرمادیا، اگر ایسا کرنا، جیسے امام نے تطفل فرمایا ہے یہ بغاوت ہے تو معاذ اللہ امام احمد رضا نے اپنے اسلاف اور متقدمین سے بہت سی بغاوتیں کی ہیں، العیاذ باللہ

مضمون کو ختم کرتے ہوئے اخیر میں، میں ان باتوں کو پیش کرنے جارہا ہوں، جن کا اظہار قطعاً نامناسب ہے، لیکن حالات کے پیش نظر ان کا اظہار بھی ضروری ہے۔

(۱) جب مفتی افضل حسین اور ان کے ہم نواؤں نے لاؤڈ اسپیکر سے متعلق مفتی اعظم کے فتویٰ کا رد کیا تو اولاً اس بندۂ ناچیز نے مفتی اعظم ہند کے موقف کی وضاحت کرکے مفتی افضل حسین وغیرہ کا رد کیا، جسے آج بھی "قول فیصل" نامی کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲) امام احمد رضا اور الجبر والمقابلہ (۳) امام احمد رضا اور علم جفر (۴) امام احمد رضا کی علم ہندسہ پر نقد و نظر (۵) امام احمد رضا اور علم المساحۃ (۶) امام احمد رضا اور علم التکسیر (۷) امام احمد رضا اور علم لوگارثم (۸) امام احمد رضا اور علم مثلث سطح (۹) امام احمد رضا اور مثلث کروی (۱۰) امام احمد رضا اور ربع مجیب (۱۱) امام احمد رضا اور اسطرلاب (۱۲) امام احمد رضا اور خلا پیمائی (۱۳) اور سمت قبلہ کی بحث میں ہم نے ہی امام احمد رضا کی تصنیف "کشف العلۃ عن سمت القبلہ" کا مقام لوگوں کے سامنے پیش کیا، (۱۴) مفتی اعظم ہند باعتبار شیخ طریقت آج بھی لوگ بار بار مطالعہ کرتے ہیں (۱۵) ٹی وی کی تحقیق سے بریلی شریف کے دارالافتار کی حیثیت ہم نے ہی واضح کی ہے، (۱۶) مدنی میاں کے شبہات کا ازالہ لکھ کر ہم نے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کیں جو آج نوشاد حنفی کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ (۱۷) تصویر سے متعلق مفتی اعظم کے فتوی کے خلاف لکھنے والوں کی زبانیں ہم نے بند کیں، اس کے علاوہ دیگر مضامین بھی لکھے، پھر بھی ہم سے گلہ ہے کہ ہم وفادار نہیں۔

رایگاں کیجئے آپ میری وفا، میرا کیا ہوگا اٹھ کر چلا جاؤں گا
کل کہیں آپ کو پھر نہ کہنا پڑے اک جبیں چاہیئے سنگ در کیلئے

ان مضامین میں فقط ہم نے یہ نہیں لکھا کہ امام احمد رضا ان علوم و فنون میں ماہر تھے، بلکہ ان کی مہارت کی مثال پیش کرکے نہایت ہی واضح انداز میں اس کی تشریح کی ہے، اہل علم جان سکتے ہیں کہ اس میں مجھے کتنی محنت اٹھانی اور عرق ریزی کرنی پڑی ہوگی، کیا یہ سب کارنامے پیش کرنا ایک باغی کا کام ہے، یا وفادار غلام کا، ہم اہل علم کی عدالت سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

آج ہندوستان میں فتاوی رضویہ سے متعلق پروفیسر سچا نند کے نام کے ساتھ بطور استفسار ایک سوال نامہ گردش کر رہا ہے لیکن اپنی جماعت کے وہ لوگ جو خانوادۂ رضویہ کے سچے ہمدرد اور وفادار ہونے کا دعوی کرتے ہیں، اس سوال نامہ کو چھوتے بھی نہیں حالانکہ پروفیسر سچا نند کوئی معترض مخالف نہیں، بلکہ نقط تفہیم و افہام کے طالب ہیں، آخر ایسا کیوں؟ یہ سوال نامہ میرے پاس بھی آیا ہوا ہے اور میں اس کے حل کے لئے مواد کی فراہمی میں لگا ہوا

تھا کہ اچانک مجھے بغاوت کا تمغہ دیا گیا، اس لیے مجبوراً مجھے اس میدان سے ہٹ جانا پڑا، اے کاش حوصلہ افزائی کے چند الفاظ سے ہی سہی میرے احباب مجھے نوازتے

اسی طرح وہ پاکستانی علماء جو اعلیٰ حضرت پر کام کرتے اور کراتے ہیں، جب "عالی العطایا فی الاضلاع والزوایا" کی طباعت فرمائی تو اس میں اعلیٰ حضرت کے آٹھ فارسی اشعار، جو علم مثلث کروی کے تمام مسائل کو کامل طور پر محیط ہیں، علماء کے سامنے برائے حل پیش کرکے فرمایا "جن کا عکس شائع کیا جارہا ہے، ممکن ہے کوئی فن کا ماہر ان پر تحقیق کرے اور انہیں اردو میں منتقل کرکے ارباب ذوق کو استفادہ کا موقع فراہم کردے"۔ لیکن آج تک اعلیٰحضرت کے وفاداروں کو ان کے حل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اس بندۂ ناچیز نے ان کے حل کرنے کے لئے مبادی ومواد فراہم کرلیے تھے، لیکن جب یہ سامنے آیا کہ مجھے بغاوت کے تمغہ سے نوازا گیا ہے تو پھر ہم نے تمام مبادی ومواد کو دریا برد کردیا۔

نوٹ :- اس مضمون کی ترتیب چوں کہ نہایت ہی عجلت کے ساتھ حالت علالت میں دی گئی ہے اس لیے اگر اس میں کوئی خامی نظر آئے تو غور فرمائیں، اگر وہ محض تعبیر میں خامی ہے، تو خود ہی اصلاح کرلیں اور اگر ایسی معنوی خامی ہے جس سے میرے موقف پر کچھ اثر نہیں پڑتا تو اسے نظر انداز کردیں، اور اگر اس سے میرا موقف مجروح ہوتا ہو تو مہربانی کرکے براہ راست مجھ سے رابطہ قائم کریں۔

دوسری گزارش اپنے مخالفین سے ہے کہ سرکار مفتیِ اعظم قدس سرہ کی طرف منسوب فتوے کی مستند اصل پہلے سامنے لائیں پھر پاکستانی رویت کا افسانہ کم ازکم اخباروں کے عکوس ہی میں دکھائیں پھر آگے بات بڑھائیں یہ نہیں کرسکتے اور ہرگز نہیں کرسکتے تو سرکار مفتی اعظم کی علمی وجاہت وثقاہت کو مجروح کرنے سے خدارا باز آئیں ورنہ عند التحقیق ظالم وباغی آپ ہوں گے، بندۂ ناچیز نہیں۔ ٥

(بقیہ صفحہ ۳۹ کا)

جائز نہیں۔

۳۔ اس گستاخانہ فعل کے کرنے والے افراد یا ایسا فعل کرنے والے صاحب اقتدار یا اس افسوسناک فعل میں کسی طرح بھی ملوث افراد شریعت کے لحاظ سے نہ صرف قابل مذمت ہیں بلکہ قابل سزا بھی ہیں۔ اور ان سے دوستی رکھنا قطعی جائز نہیں۔

۴۔ سید الشہدا، جنت البقیع شریف، جنت معلیٰ شریف اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد اور دیگر کئی حضرات کے مزارات موجودہ حکمران اور مذہبی اہل کاروں کے حکم سے شہید کئے جاچکے تھے۔ اب کہ انھوں نے والیٔ کائنات کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مبارک کو بھی بے حرمتی سے شہید کردیا ہے تو اُن سے اس بات کا شدید خدشہ ہے کہ کہیں یہ عناصر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ پُرنور کی بھی بے حرمتی نہ کربیٹھیں (جیسا کہ وہابی مذہب کا بانی اپنی کتابوں میں اس بات کا اظہار کرچکا ہے) اس واقعہ کے بعد عالم اسلام اور سربراہانِ عالم اسلام، علماء کرام مشائخ عظام، دانشوروں، ادیبوں اور عام مسلمانوں کو فوری حفاظتی اقدامات کرنے لازم ہیں خدارا واقعہ کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر اپنی تمام تر مصروفیات کو ترک فرماکر بلاتاخیر مندرجہ بالا پہلوؤں کی تصدیق کرتے ہوئے مزید وضاحت فرمائیں اور عملی اقدامات کے لئے راہنمائی فرمائیں۔

خیر اندیش　سید محمد اخلاق

معرفت
محترم طارق اکرم صاحب
۸-۶۷، اوورز بیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک ۸/۷
شہید ملت روڈ۔ کراچی۔ فون ۲۰۲۹۹ ۴۵ فیکس ۴۹ ۴۱۸ ۴۵ ٥